اُطلبوا الشیخ فی احدی الثلاث

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سوانح اور پیغام

حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی

حضرت الشیخ مولانا عبدالحق صاحبؒ بانی دارالعلوم حقانیہ سابق استاذ حدیث و مدرس اعلیٰ دارالعلوم دیوبند پر چند گذارشات پیش خدمت ہیں۔ فان کان صواباً فمن اللہ وان کان غیر ذٰلک فمنی ومن سوء فہمی۔

تحسین ناشناس

احقر کے خیال میں حضرتؒ پر ہیچ مایہ پسماندگان کا کچھ لکھنا تحسین ناشناس ہے۔ اور صائب مرحوم کے نزدیک اس سے شعر کی قدر شکنی ہوتی ہے نہ کہ عزت افزائی۔ ان کا قول ہے ؎

صائب دو چیز می شکند قدر شعر را
تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

سخن شناس حضرات کا قحط ہے۔ حضرت شیخؒ کے قدرشناس آپ سے پہلے ہی منزل پا چکے ہیں۔

برزخ میں آپ کا استقبال

غیب کا علم تو خاصۂ خداوندی ہے۔ شیخؒ کی حیاتِ طیبہ سے اندازہ یہی ہے "واللہ حسیبہ" کہ کرزن وبرہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جس طرح اہل مقبرہ نئے کپڑے پہن کر خوشی خوشی ان کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔ (کما فی شرح الصدور للسیوطی رحمہ اللہ) حضرتؒ کے اسلاف کرام رحمہ اللہ علیہم نے بھی کچھ اسی شان سے آپ کا استقبال کیا ہوگا۔ والعلم عند اللہ۔

زندگی کے مخفی گوشے

میں یہ نہیں کہتا کہ حضرتؒ پر کچھ لکھا نہ جائے۔ جن حضرات کو شیخؒ کے ساتھ طویل صحبت کی سعادت نصیب ہو چکی ہے اولاً یا آخراً اور حضرتؒ کی زندگی کے کچھ مخفی گوشے انہیں معلوم ہیں بالخصوص دارالعلوم دیوبند کے دورِ مدرسی کے حالات وہ انہیں ضرور قوم کے سامنے لائیں اور یہ اس لیے کہ زندہ قومیں اسلاف کی ماضی میں اپنے حال پر غور کر کے اس پر عمل کرتی ہیں، یہی نئی نسل کے لیے ان کا عظیم ورثہ ہیں۔ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب۔

دارالعلوم دیوبند کی اعلیٰ تدریس

میری ناقص معلومات کے مطابق علماء سرحد میں یہ یارانِ ثلاثہ سیدی حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی قدس سرہٗ، حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب نافع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخؒ ہی وہ عظیم شخصیتیں ہیں جنہیں دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ مدرسی کی قبا راست آتی ہے علومِ دینیہ کے یہی اقانیم ثلاثہ اور دینی علوم کے دیار بلاقع کے یہی ثلاث الاثافی ہیں جن پر علماء سرحد کو فخر کرنے کا حق حاصل ہے، ان کے علاوہ یا تو مجھے معلوم نہیں ہیں یا وہ حضرات قلیل عرصہ تک رہے ہوں گے جنہیں علمی دنیا میں خاص شہرت نہیں مل سکی ؎

وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
ولو کرہ الاعداء من کل حاسدٍ

بہرحال حضرتؒ کی زندگی کے گمشدہ اوراق اگر مل سکیں تو انہیں ضرور منظر عام پر آنا چاہیے۔

ہاں صرف اطراء مادح اور عام رواج کے مطابق محض زبانی جمع خرچ کی اب شیخؒ کو ضرورت نہیں رہی، کیونکہ آپ انشاء اللہ انا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً کے مقام پر فائز المرام ہو چکے ہیں اور اب آپ مدح اور قدح و قادح سے بے نیاز ہیں۔ واللہ بصیرٌ بالعباد

عود الی المقصود

میں نے اوپر کا عنوان تفاؤلاً حدیث سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لیا ہے آپ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ ایسا ہوگا۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا این اطلبك یارسول اللہ۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو عرصۂ محشر میں کہاں کہاں ڈھونڈوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی احدی الثلاث ان تین مقامات پر مجھے ڈھونڈنا انشاء اللہ مل جاؤں گا عند الصراط۔ عند المیزان و عند الحوض۔ پل صراط پر، میزانِ اعمال پر یا پھر حوضِ کوثر پر۔

میں سمجھتا ہوں عالمِ برزخ میں پہنچنے کے بعد آپ نے شیخؒ سے ملنا ہے تو ان تین مقامات میں آپ کو تلاش کریں، انشاء اللہ آپ ان کی زیارت بلکہ اعانت سے محروم نہیں رہیں گے ـــــ (۱) دعواتِ حق (۲) معرکہ اسلام (۳) اور حقائق السنن و امثالہا میں گویا اب بھی آپ آواز دے رہے ہیں کہ ع

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

دعواتِ حق

دعواتِ حق کا ایک ایک حرف پڑھتے جائیے آپ پر موعظۂ حسنہ کی حقیقت کھلتی جائے گی۔ امت کا غم ہمہ پہلو اس کی خیرخواہی اور زندگی کے ہر شعبہ پر اسلام کی معجزانہ گرفت سے آپ اچھی طرح واقف ہوتے جائیں گے، غرض دعواتِ حق کے آئینہ میں آپ شیخؒ کو منبر و محراب سے حقیقی اسلام کی تلقین کرتے ہوئے پائیں گے۔

معرکۂ اسلام

معرکہ اسلام میں آپ محسوس کریں گے کہ واقعی مذہب غالب اور سیاست مغلوب ہے۔ آپ کے ان بیانات سے مذہب برائے سیاست اور سیاست برائے مذہب کا فرق آپ پر واضح ہوگا۔ اس کے گہرے مطالعہ سے انشاء اللہ آپ موجودہ پُرفریب سیاست سے محفوظ رہیں گے۔ والتوفیق من اللہ تبارك وتعالیٰ۔ حاصل یہ ہے کہ سیاست کو مسلمان دیکھنا ہے تو اسمبلی میں حضرتؒ کی تقاریر کا مطالعہ فرمائیں۔

حقائق السنن

اس میں آپ کو شیخؒ ایک عظیم محدث کی قبا و عبا میں نظر آئیں گے حدیثِ مصطفوی علیٰ قائلہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت آپ کے دل پر غالب رہے گی، اور آپ کو ترمذی شریف میں امام ترمذیؒ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بولتے نظر آئیں گے۔ آپ محسوس کریں گے کہ فقہ حنفیہ ہی قرآن و سنت اور اجماعِ امت کی صحیح تعبیر و تشریح ہے۔

حضرتؒ کے تلامذہ

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے، استاد کو بھی شاگردوں میں اور شیخ کو اپنے مریدوں میں بھی تو دیکھا جاسکتا ہے۔ حضرت الشیخؒ کے چھ ہزار شاگرد بتائے جاتے ہیں پھر کیوں نہ تم حضرت مرحوم کو ان میں دیکھ لینے کی کوشش کرلیتے۔

(عرض یہ ہے کہ) حضرتؒ کے تلامذہ مجاہدین و مہاجرین افغانستان ہی میں تو محصور نہیں جنہوں نے حقانیہ میں جو دین پڑھا اور شیخؒ سے جو اسلام سیکھا اسی کی سربلندی کے لیے تقریباً چودہ لاکھ شہداء کرام کے خون کا نذرانہ پیش کیا، تیس ۳۰ لاکھ سے زائد مہاجرین نے گھر بار چھوڑا، راحت و آسائش کو قربان کیا، لاکھوں بلکہ کروڑوں کی جائیداد پر لات ماری، اور الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ان کا جذبۂ جہاد بصورت قتال فی سبیل اللہ آج بھی شباب پر ہے اور خوشی خوشی اعلان پر اعلان ہو رہا ہے ـــــ

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

حضرتؒ کے تلامذہ میں صرف اسی ایک قسم کے منور چہروں میں بھی حضرتؒ کی زیارت کی جاسکتی ہے۔ تدریس و تعلیم، تعلم و خطابت، تصنیف و تالیف، رد فرق باطلہ، شاید ہی کوئی ایسا محاذ ہو جس پر حضرتؒ کے شاگرد نہ ہوں۔ یہ پارلیمنٹ کا معرکہ شریعت بل اور تحریک نفاذ شریعت بھی تو اصلاً حضرت شیخؒ ہی کے دو تلامذہ مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف ہی کا لازوال تاریخی کارنامہ ہے۔

حسرت بھری آہ

لیکن افسوس صد افسوس کہ شیخؒ کے بعض تلامذہ نہ صرف موجودہ اور مروجہ جمہوریت عوام پر کی حکومت پر تُلے رہے بلکہ حضرتؒ کی تحریکِ شریعت کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ بھی بنتے رہے۔

خراجِ تحسین پیش کرنے کا صحیح طریقہ

سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کا عدالتی نظام سراسر غیر اسلامی ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین پر بالادستی قرآن و سنت کی کھلی توہین ہے، جس سے ملک قہرِ الٰہی کی زد میں ہے، بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے، سکھ اور چین نام کو نہیں اور ملک چیخ رہا ہے کہ ع

زمیں دشمن زماں دشمن چمن میں باغباں دشمن

غیر اسلامی قوانین کے باعث ملک میں حرام خوریاں اور حرام زدگیاں سو فیصد بڑھ رہی ہیں کیونکہ انہی قوانین کے ماتحت زید کی زمین عمرو کو مل رہی ہے، بکر کی جائز منکوحہ کو کسی بھی خاوند سے نکاح درحقیقت زنا کی اجازت مل رہی ہے، ستم بالائے ستم یہ کہ اس کے خلاف آواز اٹھانے والے علماء پر توہینِ عدالت کے مقدمات چلائے جاتے ہیں مگر وائے حسرت کہ مسلمانوں ہی کے ملک میں توہینِ شریعت (جس کا ارتکاب ہماری انہی برائے نام عدالتوں میں روزمرہ کا معمول ہے) کا مقدمہ ان پر نہیں چلایا

چلایا جا سکتا —— اور یہ کھیل اس وقت ۸۹ء کے وسط تک نئے سیاسی اور جمہوری انقلاب کے باوجود بھی مرکز اور چاروں صوبوں کی وزارتوں میں کھیلا جا رہا ہے۔ ضلع ڈیرہ میں مولانا محمد شفیع صاحب پر اور ضلع سرگودھا میں ساہیوال کے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب پر اسی قسم کے مقدمے چل رہے ہیں۔

کیا رب قدیر کی عدالت کبھی قائم نہیں ہو گی اور پھر کیا شریعت محمدیہ کے خلاف فیصلہ دینے والے توہین شریعت کی سزا سے بچ سکیں گے اور کیا اس کی ذمہ داری با اقتدار مسلمانوں پر نہیں ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ ہماری "عدالتوں" میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔

شیخؒ سے سچی عقیدت

اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ شیخؒ نے اسی غلاظت سے ملک کو پاک کرنے کے لیے نفاذِ شریعت کی تحریک چلائی، تحریک شریعت کی سرپرستی کی، سینٹ میں اس کے لیے بل پیش کرایا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کو شیخؒ سے سچی عقیدت ہے تو بلا کسی تاخیر کے اپنی ترجیحات میں عدالتی نظام کو مسلمان بنانے کا بیڑہ اٹھائے۔

متحدہ علماء کونسل

اس میں بھی شیخؒ کے متوسلین کو خاص مقام حاصل ہے، جس طرح عورت کی سربراہی والے منکر کے خلاف آواز اٹھانا ان کی تصریحات میں ہے، عدالتی نظام کو شریعت کا پابند بنانا اس سے بھی اہم اور اصرح جزو بنوائیں۔ اس سے ایک طرف اپنا فریضہ ادا ہو گا تو دوسری جانب اس وسوسہ کا بھی قلع قمع ہو گا کہ یہ تحریک کسی سیاسی ہدف سے ملوث ہے۔ بہرحال شیخؒ کے متوسلین کو صاف صاف یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ:-

(الف) ملک کی تمام عدالتوں کو فی الفور قرآن وسنت کا پابند بنایا جائے، جس کی نظیر وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا شرعی بنچ کا اپنے دلائل اور اپنے فیصلوں میں قرآن وسنت کا پابند ہونا ہے۔

(ب) فقہی اختلافات کا ہوا مذہب دشمن لوگوں نے کھڑا کیا ہوا ہے، ورنہ بات صاف ہے کہ جہاں فریقین (مدعی ومدعا علیہ) ایک ہی فقہ (شافعی، مالکی، حنبلی، سلفی وغیرہ وغیرہ) کے پابند ہوں اسی فقہ کے مطابق انہی کے حاکم سے (جو حسب ضرورت صوبہ، کمشنری وغیرہ میں مقرر کیا جا سکتا ہے) ان کا فیصلہ کرایا جائے، اور اگر فریقین فقہی لحاظ سے مختلف ہوں تو دنیا بھر کے ضابطہ کے مطابق اکثریت کی فقہ (حنفی فقہ) کے مطابق فیصلہ لازم ہو گا۔

معلوم نہیں اس میں شرمانے کی کیا بات ہے، زیر لب بات کرنے سے نہ آج تک کچھ بنا ہے نہ آئندہ بننے کا امکان ہے، جرأت ایمانی کی ضرورت ہے، کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ ہم بالکل یہی چاہتے ہیں اور اسی کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ لیکن جب میدان میں اترتے ہیں تو

وَ إِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا

کا منظر سامنے ہوتا ہے، اسلام ان کا منہ تکتا ہوا گنگناتا ہے کہ ع

بہار میرے لیے اور یکسر تہی دامن

مارشل لاء ہٹانے کا مطالبہ ہو گا، صوبائی اختیارات پر لڑائی ہو گی، انتخابات انتخاب کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جائے گا، غیر جماعتی انتخاب پر بائیکاٹ ہو گا، یہ سب کچھ صحیح لیکن کفریہ قوانین کو ختم کرنے اور عدالتوں کو قرآن وسنت اور اجماع امت کا پابند بنانے میں سو سو کیڑے نکالے جائیں گے، روزمرہ نکاح وطلاق تک کے مسائل میں حرام وحلال کے فیصلوں میں مذہب کا منہ چڑایا جا رہا ہے۔ اسلام کی بالادستی منوالی گئی ہے کا شور مچایا جائے گا، مگر عدالتوں میں نہ قرآن کی دلیل پیش ہو گی نہ سنت کا حوالہ آئے گا، نہ اجماع کی پابندی ہو گی۔ ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کی پابندی تو ہر ماتحت جج کا فرض ہو گا، لیکن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے فیصلوں کا پابند ہونا عدالتوں کے لیے باعث عار ہے، اور ان کا نام لینے والے بڑے بڑے جغادریوں کے نزدیک پھانسی پر لٹکانے کے قابل ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

سیاسی آداب

سیاست کا غلبہ ہے، دیندار حضرات بھی انہیں آداب میں جکڑے ہوئے ہیں، کہتے ہیں نظام بدلے گا تو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، نظام کو بدلنا چاہیئے، نظام بدلنے کی بات کی جاتی ہے تو ووٹر اور امیدوار کی شرعی شرائط پیش کرنے سے شرماتے ہیں۔ انتخاب ہو لادینی اور اس کی کوکھ سے اسمبلی نکلے دیندار، معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

تعجب پر تعجب ہے کہ سینکڑوں ذیلی مسائل کے لیے تو احتجاج ہوتا ہے، جلوس نکلتے ہیں، تحریکیں چلتی ہیں مگر غیر اسلامی قوانین کے ذریعہ حرام کو حلال بنانے اور حلالِ شرعی کو حرام گرداننے کا کھیل سب دیکھ رہے ہیں مگر اس کے لیے تحریک کا نام لینے پر ملائیت، دقیانوسیت اور سیاسی ناواقفیت کا طعنہ دیا جاتا ہے اور سیاسی ملا اس میں پیش پیش رہتے ہیں۔ نصف صدی گذرنے کو ہے مگر پاکستان میں مذہب سیاسی آداب کے ہاتھوں مجبور رہے ہے۔

ایک سبق آموز لطیفہ

کہتے ہیں ایک استاد جی نے بچوں کو درخواست پیش کرنے کے آداب سکھائے کہ اگر کچھ کہنا ہو تو پہلے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھنا چاہیئے پھر بعد عجز وانکساری استاذِ محترم کے تین سطری القاب استعمال کر کے اجازت لینی چاہیئے کہ اگر ناراضگی معاف ہو تو ایک درخواست پیش کروں۔ اجازت ملنے پر عرض مدعا کرنا چاہیئے۔